سائنس اور اسلام

مولانا شہاب الدین ندوی

۲ قسط

علوم طبیعی کی اہمیت قرآن کی نظر میں

خلاصہ یہ کہ ان تمام آیات و بینات سے عقل و دانش کی اہمیت ظاہر ہوتی ہے۔ واقعہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انسان کو عقل و دانش سے سرفراز اس لئے کیا ہے تاکہ وہ اسے کام میں لائے۔ اور اسے ہمیشہ مصروف رکھتے ہوئے خلاق عالم کی ربوبیت (مخلوق پروری) کا حال ہر دور کے تقاضے کے مطابق واضح کرتا ہے اور یہ فریضہ اللہ کے اطاعت گذار بندوں پر عائد ہوتا ہے۔ کہ وہ ان علوم میں بصیرت حاصل کر کے گمراہ انسانوں کی ہدایت کا باعث بنیں۔ عقل و دانش کا یہ سب سے افضل عمل ہے کہ اسے دین ابدی کی تائید و حمایت کی راہ میں وقف کیا جائے۔

دین کی سمجھ بوجھ رکھنے والے کون ہیں؟

قرآن اور حدیث میں ایک لفظ " فقہ " بھی استعمال کیا گیا ہے اس کے معنی " سمجھ بوجھ " یا " حسن ادراک " کے ہیں اور یہ لفظ عقل (اشیاء کی حقیقت کا ادراک) کے تقریباً ہم معنی ہے مگر لفظ عقل زیادہ عام ہے۔ جب کہ لفظ فقہ زیادہ تر " دین کے سمجھ بوجھ " یا اس میں فہم و بصیرت حاصل کرنے کے لئے بولا جاتا ہے اور اصطلاحاً یہ لفظ (فقہ) " اسلامی قانون " کے لئے بھی استعمال کیا جاتا ہے چنانچہ اسلامی قانون اور اسلامی احکام سے واقفیت رکھنے والوں کو " فُقہا " (واحد فقیہہ) کہا جاتا ہے۔ مگر قرآن اور حدیث میں لفظ فقہ اپنے عام معنی میں (سمجھ بوجھ یا دین کے سمجھ بوجھ) کی حیثیت سے آیا ہے۔ اس طرح اس لفظ سے نکلا ہوا ایک دوسرا لفظ " تفقّہ " بھی قرآن اور حدیث میں استعمال کیا گیا ہے۔ بالکل اسی طرح فطری و تکوینی امور میں فہم و بصیرت حاصل کرنے اور اسرار ربوبیت کا پتہ چلانے کے سلسلے میں بھی بولا گیا ہے۔ جس کی غرض و غایت دین و شریعت ہی کے بازو مضبوط کرنا ہے چنانچہ معنائے اول کے بارے میں ارشاد باری ہے۔

وَمَا كَانَ الْمُؤْمِنُونَ لِيَنْفِرُوا — ایسا تو نہیں ہو سکتا کہ تمام مسلمان (بیک وقت)

كافّةً ۚ فلو لا نفر من كل فرقة طائفة ليتفقهوا فى الدين ولينذروا قومهم اذا رجعوا اليهم لعلهم يحذرون ۝ (توبہ ۱۲۲)

نکل پڑیں تو ایسا کیوں نہ کیا جائے کہ ہر فرقے میں سے ایک جماعت (تحصیل علم کے لئے) نکلے تاکہ وہ دین کی سمجھ حاصل کریں اور جب اپنی قوم کی طرف واپس آئیں تو انہیں (خدا اور آخرت کا) خوف دلائیں تاکہ وہ (عذاب الٰہی سے) بچ سکیں

و هو الذى جعل لكم النجوم لتهتدوا بها فى ظلمت البرّ والبحر ۗ قد فصلنا الايت لقوم يعلمون ۔ وهو الذى انشاكم من نفس واحدة فمستقرّ ومستودع ۗ قد فصلنا الايت لقوم يفقهون ۝

(انعام ۹۷، ۹۸)

وہی (تمہارا رب ہے) جس نے تمہارے لئے ستارے بنائے تاکہ تم ان کے ذریعہ خشکی اور سمندر کی تاریکیوں میں راستہ معلوم کر سکو علم والوں کے لئے ہم نے اپنی نشانیاں کھول کر بیان کر دی ہیں اور وہی (تمہارا رب) ہے جس نے تم کو ایک جان سے پیدا کیا۔ پھر تمہارے لئے ایک (عارضی) قرارگاہ ہے اور ایک (مستقل) ٹھکانہ (آخرت کی منزل) ہم نے سمجھ بوجھ رکھنے والوں کیلئے اپنے دلائل پوری تفصیل سے بیان کر دئے ہیں

آخری آیت میں دراصل نوع انسانی کی ابتدار و انتہا کا بیان ہے جس میں یہ دعوت فکر دی گئی ہے کہ انسان ذرا غور تو کرے کہ اس کی تخلیق ایک واحد ہستی (حضرت آدم علیہ السلام) سے کس طرح ہوئی؟ اور ان سے مختلف قبیلے اور قومیں کس طرح بن گئیں؟ پھر یہ تمام انسانی افراد دنیا کے اس عارضی ٹھکانے میں اپنی اپنی میعاد پوری کر کے ایک نامعلوم منزل کی طرف کس طرح رواں دواں ہیں؟ اگر اس کائنات میں کوئی منصوبہ بندی نہ ہوتی تو پھر زندگی اور موت کی یہ یکسانیت کس طرح ممکن ہوتی؟ انسان باوجود شدید خواہش کے اس دنیا میں حیات جاودانی حاصل کیوں نہیں کر لیتا۔ اگر اسے اپنے خالق و مالک کے پاس لوٹ کر جانا نہ ہو؟ یعنی وہ موت پر قابو کیوں نہیں پا لیتا اگر وہ اپنے بے خدائیت کے دعوے میں سچا ہو؟

جیسا کہ ایک دوسرے موقع پر کہا گیا ہے۔

فلو لا ان كنتم غير مدينين

اگر فی الواقع تمہارا حساب کتاب ہونے والا

ترجعونها ان كنتم صدقين ٥ (واقعہ ۸۶، ۸۷) نہیں ہے توتم (تمہارے جسموں سے نکلنے والی) روح کو واپس لوٹا کیوں نہیں لیتے اگر تم اپنے دعوائے (الحاد) میں سچے ہو؟

غرض ایک دوسرے موقع پر زندگی کے حقائق وواقعات میں غور وفکر نہ کرنے اور فہم وبصیرت سے کام نہ لینے والوں کی مذمت کرتے ہوئے انہیں غافل لوگ اور بہائم وچوپاؤں کے برابر بلکہ ان سے بھی زیادہ بدتر قرار دیا گیا ہے۔

ولقد ذرأنا لجهنم كثيراً من الجن والانس لهم قلوب لا يفقهون بها ولهم اعين لا يبصرون بها ولهم اذان لا يسمعون بها اولئك كالانعام بل هم اضل اولئك هم الغفلون (اعراف ۹) اور ہم نے دوزخ کے لئے بہت سے جن اور انسان پیدا کر رکھے ہیں جن کے دل تو ہیں مگر وہ ان سے سمجھتے نہیں۔ ان کی آنکھیں تو ہیں مگر وہ ان سے دیکھتے نہیں۔ اُن کے کان تو ہیں مگر وہ ان سے سنتے نہیں یہ لوگ چوپاؤں کی طرح ہیں۔ بلکہ ان سے بھی زیادہ گئے گذرے ہیں۔ یہی لوگ غافل ولاپرواہیں۔

اس قسم کی اور بھی بہت سی آیات ہیں جن میں لفظ فقہ اپنے عمومی معنی یعنی سمجھ بوجھ یا فہم وبصیرت کے لئے استعمال کیا گیا ہے۔ اس لحاظ سے دیکھا جائے تو معلوم ہوگا کہ امور کائنات یا تکوینی مسائل میں خدائی منشا ومقصد کے تحت سمجھ بوجھ حاصل کرنا بھی دین اور اس کے تقاضوں ہی سے متعلق ہے لہٰذا یہ علم کسی بھی حیثیت سے مذموم نہیں بلکہ محمود ہے جب کہ وہ دینی مقاصد کے تابع ہو۔ کیونکہ یہ علم حقیقتاً دین کا محافظ اور اس کا دست راست ہے۔

علمی اصلاحات کی تبدیلی اس موقع پر یہ حقیقت بھی واضح رہنی چاہئے جیسا کہ امام غزالی نے تحریر کیا ہے کہ مابعد کے ادوار میں اسلامی علوم کے لفظی معنی اور ان کے مصداق بالکل بدل کر رہ گئے ہیں۔ یعنی سلف صالحین کے دور میں جو الفاظ بعض مخصوص علوم یا مخصوص حقائق کے لئے بولے جاتے تھے ان کا مصداق بعد کے ادوار میں بدل کر رہ گیا ہے۔ چنانچہ فقہ، علم، توحید، تذکیر اور حکمت کے جو لفظی معنی دور اول میں مراد لئے جاتے تھے۔ وہ بعد کے ادوار میں تبدیل کئے جا چکے ہیں۔ اس سلسلے میں امام صاحب تحریر کرتے ہیں کہ اب فقہ کے معنی

فروعی اور دور از کار مسائل سے واقفیت حاصل کرنا۔ ان مسائل کو دقیق ترین علتوں کو دریافت کرنا اور ان مسائل کو رٹ لینا ہی ہے۔ اور جو شخص اس باب میں جتنا زیادہ مشغول ہوگا وہ اتنا ہی بڑا فقیہہ سمجھا جائے گا۔ حالاں کہ دورِ اول میں فقہ کا اطلاق (عموماً) آخرت کی پہچان، نفس کی آفتوں اور اس کی باریکیوں کا ادراک، عمل کو فاسد کرنے والی چیزوں کی معرفت، اور خوفِ الٰہی کے حصول وغیرہ امور پر ہوا کرتا تھا۔ چنانچہ ارشادِ باری ہے:

لیتفقھوا فی الدین و لینذروا قومھم اذا رجعوا الیھم (توبہ ۱۲۲) — تاکہ وہ دین کی سمجھ حاصل کریں اور جب اپنی قوم کی طرف واپس آئیں تو انہیں (خدا اور آخرت سے) ڈرائیں۔

اس اعتبار سے لوگوں کے لئے مجموعی طور پر جو تنبیہ و انتباہ حاصل ہوتا ہے اسی کا نام "فقہ" ہے نہ کہ طلاق، لعان اور اجارہ وغیرہ کے فروعی مسائل حاصل کرنا۔ کیونکہ ان (فروعی مسائل) کے ذریعہ تنبیہ و انتباہ حاصل نہیں ہوتا (جو کہ مطلوب ہے) ارشادِ باری ہے۔

لھم قلوب لا یفقھون بھا (اعراف ۱۷۹) — ان کے دل تو ہیں مگر وہ ان سے سمجھتے نہیں۔

اس سے مراد ایمانی کیفیات ہیں نہ کہ فتاوی۔ بخدا لغت کی رو سے "فقہ" اور "فہم" ہم معنی الفاظ ہیں چنانچہ ایک مرتبہ سعد بن ابراہیم زہری سے دریافت کیا گیا کہ مدینہ والوں میں سب سے بڑا فقیہہ (سب سے زیادہ سمجھ دار) کون ہے؟ تو انہوں نے جواب دیا جو اللہ سے سب سے زیادہ ڈرنے والا ہو۔ گویا کہ انہوں نے یہ فرمایا کہ فقہ اور تقوای کا اصل ثمرہ اندرونی علم ہے نہ کہ فتاوی اور غضبیہ جات کا علم۔

اسی طرح ایک مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کیا میں تمہیں پورے فقیہ کے بارے میں نہ بتاؤں؟ صحابہ کرام نے عرض کیا کہ ضرور بتائیے۔ تو آپ نے فرمایا کہ فقیہہ وہ ہے جو لوگوں کو اللہ کی رحمت سے مایوس نہ کرے۔ انہیں اللہ کی پکڑ سے مطمئن نہ کردے اور قرآن کے مقصود سے اعراض نہ کرے[1]۔

فقہ کی فضیلت و اہمیت | واضح رہے کہ امام غزالی کی اس تحریر کا یہ مقصد نہیں ہے کہ علم فقہ سرے سے "فقہ" ہی نہیں ہے۔ بلکہ مقصد یہ ہے کہ فقہ کو شریعت کے صرف فروعی مسائل ہی سے متعلق قرار دینا صحیح نہیں ہے۔

---

[1] خلاصہ از احیاء العلوم ج ۱ ص ۳۲۔ مطبوعہ بیروت

اگرچہ مجموعی اعتبار سے علم فقہ بھی "فقہ" ہی میں داخل ہے۔ مگر اصطلاحاً اس لفظ کا غلبہ "علم فقہ" کے لئے اس قدر ہو گیا ہے کہ قرآن کا اصل مقصد ہی فوت ہوتا ہوا نظر آتا ہے۔

بہرحال لفظ فقہ ایک وسیع معنی کا حامل ہے۔ جو دینی و شرعی اور طبعی و کائناتی دونوں قسم کے امور و مسائل میں صحیح سمجھ اور صحیح فہم و بصیرت حاصل کرنے اور ان دونوں سلسلوں میں موجود حقائق کا پتہ لگانے کی غرض سے بولا گیا ہے۔ چونکہ قرآن مجید میں تکوینی یا نیچرل امور کے تذکرہ کی اصل غرض سے بولا گیا ہے چونکہ قرآن مجید میں تکوینی یا نیچرل امور کے تذکرہ کی اصل غرض و غایت، دین برحق کی تصدیق و تائید اور خوف خدا و خوف آخرت کی تحصیل ہے۔ اس لئے ان مسائل و معاملات میں بھی صحیح سمجھ بوجھ (فقہ) سے کام لینا اتنا ہی ضروری ہے جتنا کہ دینی مسائل اور فتاویٰ کا علم حاصل کرنا۔

خلاصہ بحث یہ کہ لفظ "فقہ" میں دینی و شرعی علوم کی تخصیص کی کوئی دلیل موجود نہیں بلکہ وہ ان دونوں علوم کے لئے عام ہے اور پھر علم اور فقہ میں چونکہ چولی دامن کا ساتھ ہے۔ اس لئے اس سلسلے میں چند حدیثیں ملاحظہ ہوں جو علم اور فقہ کی فضیلت ظاہر کرنے والی ہیں۔

اسلام میں فقہ کی اتنی اہمیت ہے کہ بعض حدیثوں میں اس کو عبادت پر مقدم کرتے ہوئے اس کی فضیلت اس طرح ظاہر کی گئی ہے۔

قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔ ففقیہ اشد علی الشیطان من الف عابد	شیطان پر ایک فقیہ ہزار عابدوں سے زیادہ بھاری ہوتا ہے [۱]

اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

من یرد اللہ بہ خیراً یفقہہ فی الدین	اللہ تعالیٰ جس شخص کے ساتھ بھلائی کا ارادہ فرماتا ہے اسے دین کی سمجھ عطا کرتا ہے [۲]

ایک مرتبہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا گیا کہ بہترین لوگ کون ہیں؟ تو آپ نے فرمایا

افقہم فی دین اللہ	وہ جو اللہ کے دین میں سب سے زیادہ سمجھ بوجھ رکھنے والے ہوں [۳]

---

[۱] ترمذی، کتاب العلم ۵/۴۸ مطبوعہ بیروت [۲] بخاری کتاب العلم ۱/۲۶، مسلم کتاب الزکوٰۃ ۲/۱۹، ترمذی کتاب العلم ۵/۲۸ [۳] مسند احمد بن حنبل ۶/۶۸ بیروت

علمائے حق کے بارے میں ارشادِ رسول ہے۔

فضل العالم علی العابد	عالم کی فضیلت ایک عابد پر ایسی ہے جیسے
کفضل القمر علی سائر الکواکب	چاند کی فضیلت ستاروں پر۔ کیونکہ علماء
ان العلماء ورثۃ الانبیاء	انبیاء کے وارث ہیں[1]

اس سلسلے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مزید ارشاد فرمایا۔

فضل العالم علی العابد	عالم کی فضیلت عبادت گزار پر ایسی ہی ہے
کفضلی علی ادناکم	جیسے میری فضیلت تم میں سے کسی معمولی شخص پر[2]

نیز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

خصلتان لا تجتمعان	کسی منافق میں دو خصلتیں کبھی جمع نہیں ہو
فی منافق حسن سمت	سکتیں۔ ایک حسن اخلاق اور دوسرے
ولا فقہ فی الدین	دین کی سمجھ[3]

یعنی جس شخص میں یہ دونوں خصوصیات پائی جائیں وہ منافق ہے اگرچہ وہ بظاہر عالم نظر آتا ہو۔ اور اس سے مراد عالم سوء یا عالم نما جاہل ہو سکتے ہیں جو دین کی صحیح سمجھ حاصل کئے بغیر ذرا ذرا سی بات پر جھگڑنے لگ جاتے ہوں۔ چنانچہ امام غزالی نے اپنے دور کے بعض "فقہا" پر قیاس کرتے ہوئے تحریر فرمایا ہے "حدیث میں فقہا کے نفاق کے بارے میں جو بات بیان کی گئی ہے اس میں شک نہیں کرنا چاہیئے۔ جو ایک حقیقت ہے (دیکھئے احیاء العلوم ۱/۵ مطبوعہ بیروت)

آقائے نامدار صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

الکلمۃ الحکمۃ ضالۃ المؤمن	حکمت کی بات مومن کی متاع گم شدہ ہے
وحیث وجدھا فھواحق بھا	لہٰذا وہ جہاں بھی اس کو پائے حاصل کرلے[4]

(جاری ہے)

---

[1] ابوداؤد کتاب العلم ۴/۵۸۔ ترمذی کتاب العلم ۵/۴۹ [2] ترمذی کتاب العلم ۵/۵۰ مطبوعہ بیروت

[3] ایضاً [4] ایضاً